62

اذان کی حکمتیں اور نماز باجماعت کی تاکید

(فرمودہ ۱۲۔ اگست ۱۹۳۲ء بمقام ڈلہوزی)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

رسول کریم ﷺ اذان کو اتنا محبوب رکھتے تھے کہ تاکید فرمایا کرتے تھے۔ اگر سفر میں چند آدمی بھی ہوں تو بھی اذان اور اقامت کہہ کر نماز پڑھیں[1]۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اصل غرض اذان سے نماز کے لئے لوگوں کا جمع کرنا ہے اور وہ غرض مسجد کے ساتھ ہی پوری ہو سکتی ہے لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ اذان میں ایک ایسی بڑی بھاری تبلیغ بھی ہے۔ اگر کوئی امر مانع نہ ہو تو نماز کے لئے اذان کہنا ضروری ہے۔ کوئی اذان سن کر نماز میں شامل ہو یا نہ ہو، لیکن اس سے یہ تو معلوم ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کا مذہب کیا ہے۔ دوسرے اذان مسلمانوں کو اس طرف توجہ دلاتی ہے کہ ان کو تبلیغ کا فرض ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے اور چاہئے کہ کبھی اس سے غافل نہ ہوں۔ تیسرے یہ کہ خود انسان کے اپنے قلب پر اس کا نہایت گہرا اور اعلیٰ اثر ہوتا ہے اور نماز کی طرف رغبت اور اس کے اغراض اس سے معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ اذان باوجود مختصر الفاظ رکھنے کے اسلامی تعلیم کا خلاصہ اپنے اندر رکھتی ہے اور اگر اذان کے الفاظ سے کوئی شخص اسلام کی تشریح شروع کرے تو وہ کئی جلدوں کی کتاب تیار کر سکتا ہے۔ توحید اور اسلامی توحید، رسالت اور اسلامی رسالت، رسالت کے ماننے اور اس کی ضرورت ان سب امور کو اذان میں بیان کیا گیا ہے۔ پھر اذان میں انسان کو اس طرف بھی متوجہ کیا گیا ہے کہ اس کے لئے کون سے فرائض مقرر کئے گئے ہیں اور ان کی ادائیگی کیونکر ہو سکتی ہے۔ شریعت کے احکام کی کیا غرض اور کیا حکمتیں ہیں۔ انسان کا خدا کے ساتھ کیا تعلق ہے اور خدا کا انسان سے کیا واسطہ ہے۔ پھر آخر میں وہ نتیجہ بیان کیا گیا ہے

جس کے ذریعہ انسان شریعت کے احکام پر چل کر فلاح حاصل کرلیتا ہے۔
غرض انسانی زندگی کی ابتداء سے لے کر اس کی انتہاء تک پیدائش عالم کی غرض اور اس کے انجام پر اذان میں زور دیا گیا ہے اور اگر انسان کی توجہ اذان کی طرف ہو تو وہ اسلام کے تمام اصول کی فلاسفی سے آگاہ ہو سکتا ہے۔ ایک فقرہ جو اذان میں آتا ہے کتنا مختصر فقرہ ہے۔ لیکن کتنے اہم مضامین اس میں بیان کئے گئے ہیں۔ اذان میں کہا جاتا ہے حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ [۲] یعنی فلاح اور کامیابی کی طرف دوڑو۔ فلاح کے معنی اسلام میں ہیں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جانا۔ اس میں انسان کو اول تو اس طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ اس کا کوئی نہ کوئی مقصد ہونا چاہئے۔ اگر انسانی حالتوں کا مطالعہ کیا جائے تو ۹۹ فیصدی ایسے لوگ ملیں گے جن کا کوئی مقصد نہیں ہوگا۔ اور اگر وہ بظاہر کوئی مقصد رکھتے بھی ہوں گے تو وہ محض دھوکا ہوگا۔ مثلاً اگر کوئی شخص اپنے بچے کو پڑھا رہا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ میرا مقصد اسے تعلیم دلانا ہی ہے یا کوئی کتاب تصنیف کر رہا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ اسے تصنیف کرنا ہی میرا مدعا ہے لیکن یہ چیزیں انسانی زندگی کا مقصد نہیں قرار دی جاسکتیں کیونکہ وہ انسانی زندگی کے ختم ہونے کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی ہیں لیکن انسانی زندگی کا مقصد وہ ہونا چاہئے جس کی ابتداء انسانی زندگی کی انتہاء سے شروع ہو۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ میں ہمیں یہ بتلایا گیا ہے کہ تمہارا کوئی مقصود ہے جس کی طرف تمہیں سعی کرنی چاہئے اور یہ صاف بات ہے کہ جب بھی ہم اپنی زندگی کا کوئی ایسا مقصد بنائیں گے جو اس زندگی کے بعد بھی حاصل رہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوگا۔ کیونکہ دنیا کی چیزیں اسی دنیا میں ختم ہو جاتی ہیں لیکن خدا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ پس اگر کوئی یہ مانے کہ اس کی زندگی کا کوئی مقصد اور مدعا ہونا چاہئے تو اس کو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ ذات باری کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ جب حقیقت یہ ہے کہ وہ چیز جو نہ ختم ہونے والی ہے اور جس کے ساتھ ہمارا تعلق ہمیشہ کے لئے ہو سکتا ہے' وہ خدا ہے تو ہم کو ماننا پڑتا ہے کہ ہماری اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستگی ضروری ہے۔ پھر دوسری چیز ہمیں حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ میں یہ نظر آتی ہے کہ جلدی آؤ اس میں ایک طرف تو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا بالکل بے ثبات ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ تا انسان کی غفلت دور ہو اور وہ ہر وقت نیک کاموں کے لئے مستعد اور تیار رہے۔ دیکھو! موت کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ اگر انسان کو پتہ ہوتا کہ میری اتنی عمر ہوگی تو وہ نیک کاموں سے غافل رہتا۔ اس خیال سے کہ ابھی اتنی زندگی باقی ہے جب تھوڑی سی رہ جائے گی نیک کام کرلوں گا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے انسان کو اس کی موت کا وقت نہیں بتایا۔ ہم

دیکھتے ہیں قوی سے قوی انسان مرجاتا ہے اور اس کے پاس رہنے والا بوڑھا زندہ رہتا ہے۔ابھی گزشتہ ایام میں ایک واقعہ ہوا تھا کہ سر محمد شفیع جو مسلمانوں کے ایک لیڈر تھے وائسرائے کی کونسل کے ممبر بنے۔ مگر وائسرائے سے یہ کہہ کر کہ میری والدہ بیمار ہیں' لاہور ان کو دیکھنے کے لئے آئے۔ لیکن وہاں کیا ہوتا ہے۔ آپ فوت ہوگئے اور ان کی ماں زندہ رہی۔ اور ان کی وفات کے کئی ماہ بعد فوت ہوئی۔ غرض عمر کا کوئی معیار اور اندازہ نہیں۔ اگر عمر مقرر ہوتی تو لوگ اپنے کاموں کے لئے عمر کے حصے مقرر کر لیتے اور اس جدوجہد سے محروم رہ جاتے جو انسانی ترقی کے لئے ضروری ہے۔ غرض حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کا فقرہ یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ دنیا بے ثبات ہے۔ تم جوان ہو یا بوڑھے ہو یا بچے ہو کسی حالت میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ تم کس وقت تک زندہ رہو گے۔ اور جب موت کا پتہ نہیں کہ کس وقت آجائے تو اللہ تعالیٰ کی رضاء حاصل کرنے کے لئے جلدی کرو۔

تیسری بات جو حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ میں ہے وہ اس طرف اشارہ ہے کہ انسان اس چیز کی طرف جلدی رجوع کرتا ہے جو بہت اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑھ کر اعلیٰ ہستی ہے۔ اس لئے انسان کو یاد رکھنا چاہئے کہ وہی اس کا مقصود ہو۔ بے شک انسان کھائے پئے' نوکری کرے' تجارت کرے' اس سے خدا منع نہیں کرتا مگر مقصود اعلیٰ صرف خدا ہی ہونا چاہئے۔ یہی فرق ہے اسلام اور دوسرے مذاہب میں کہ وہ کہتے ہیں دنیا کی تمام چیزیں نعمتیں ہیں۔ لیکن ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کو استعمال نہ کرو۔ حالانکہ اگر وہ نعمتیں ہیں تو انکا استعمال اچھا ہوگا نہ کہ بُرا۔ لیکن اسلام دنیا کی استعمال کی چیزوں سے نہیں روکتا۔ ہاں یہ ضرور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے بھی وقت دو۔ کیونکہ یہ معاملہ سب سے اہم ہے۔ پس اس کی طرف متوجہ ہونے میں دیر نہیں لگانی چاہئے۔ پھر اسی فقرہ میں یہ بھی اشارہ ہے کہ نماز چٹی نہیں جیسا کہ عیسائیوں نے کہا ہے کہ شریعت ایک لعنت ہے اور سزا کے طور پر نازل ہوئی ہے۔ غرض نماز کوئی مصیبت نہیں کہ اس کے لئے صبح کو اٹھو' ظہر کو اٹھو' عصر کو اٹھو' مغرب اور عشاء کو اٹھو۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ بتلاتا ہے کہ نماز میں خدا تعالیٰ کا فائدہ نہیں بلکہ خود بندہ کا ہی فائدہ ہے۔ اگر اس میں خدا کا فائدہ ہو تو پھر خدا ہی کیا رہا' وہ تو محتاج ہو گیا۔ پس نماز میں بندہ کا ہی فائدہ ہے۔ روزہ میں بھی بندہ کا فائدہ ہے اور اگر کوئی حج کرتا ہے تو اس میں بھی اسی کا فائدہ ہے۔ غرض تمام احکام شریعت میں بندہ کا ہی سراسر فائدہ ہے نہ کہ خدا تعالیٰ کا۔

غرض بتایا جاتا ہے کہ اپنی کامیابی کی طرف آؤ۔ اور خدا کے احکام بجالانے سے انسان کا اپنا ہی فائدہ ہے۔ پس یہ نہیں خیال نا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر اگر ہم عمل کرتے ہیں تو ہمارا اس پر کوئی احسان ہے، نہیں بلکہ الٰہی احکام پر عمل کرنے سے خدا تعالیٰ کا بندہ پر احسان ہے کیونکہ اس ذریعہ سے انسان کامیاب ہو جاتا ہے۔ پس اس چھوٹے سے فقرے میں شریعت کے احکام کی جڑھ بھی بتلائی گئی ہے کہ شریعت کے احکام چٹی نہیں ہوتے بلکہ انسان کے اپنے فائدے کے لئے ان کو جاری کیا گیا ہے۔ یہ صرف چند حکمتیں ہیں جو میں نے بیان کی ہیں۔ مگر اس فقرے سے اور بھی بہت سے استدلال ہو سکتے ہیں۔ اگر کسی کام کے لئے پہلے توجہ دلائی جائے تو اس سے کام کرنے میں زیادہ بشاشت پیدا ہو جاتی ہے۔ دیکھو بغیر اذان کے بھی نماز ہو جائے گی۔ لیکن اذان اور اقامت کے بغیر نماز کی طرف رغبت دلانے والی تحریکات سے ہم محروم ہو جائیں گے۔ مثلاً کھانا ہاتھوں میں رکھ کر بھی کھایا جا سکتا ہے۔ لیکن صاف برتنوں اور صاف مقام پر کھانے سے اس کی طرف زیادہ رغبت پیدا ہوتی ہے اور زیادہ اشتہاء سے کھایا جائے گا۔ غرض کئی چیزیں اپنی ذات میں مقصود نہیں ہوتیں لیکن مقصود کے قریب کرنے والی ہوتی ہیں۔ اسی طرح اذان ہے۔ اصل مقصود تو عبادت ہے لیکن اذان اسے قریب کرنے والی چیز ہے اور اس میں مؤمن کو یہ بتلایا گیا ہے کہ نماز پڑھنا تمہارے لئے کس قدر مفید ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں اذان نہیں دی جاتی، وہاں نماز پڑھنے میں سستی ہوتی ہے۔ اگر نماز پڑھی بھی جائے گی تو بے وقت یا جمع کر کے یا بدمزا طور پر۔ ہم دیکھتے ہیں رمضان کے درس کے خاتمہ کے وقت جو دعا ہوتی ہے، اس میں جب کسی کی رقّت میں آواز اونچی ہو جاتی ہے تو ایک دم سب پر رقّت طاری ہو جاتی ہے اور ساری مسجد میں شور پڑ جاتا ہے۔ اسی طرح باجماعت نماز میں اگر ایک شخص کے دل میں رقّت پیدا ہو جائے گی تو باقیوں کے دلوں پر بھی اس کا اثر ہوگا۔ اور ان کے دل بھی نرم ہو جائیں گے۔ وہ بھی خاص فائدہ اٹھالیں گے۔ اس کے علاوہ قلبی اثرات بھی ہوتے ہیں جن کو موجودہ علوم نے اب آکر ظاہر کیا ہے لیکن جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کتنا عرصہ پہلے بتا دیا تھا۔ آپ مجلس میں کثرت سے استغفار پڑھا کرتے تھے ۳۔ حالانکہ آپ کے لئے استغفار کی ضرورت نہ تھی۔ مگر آپ نے بعد میں آنے والوں کے لئے نمونہ قائم کیا کہ تم مجلس میں بیٹھ کر استغفار پڑھا کرو۔ تا تم پر بُرے خیالات کے اثرات نہ پڑیں۔ استغفار کے معنے صرف بدی کے روکنے کے ہی نہیں بلکہ نیکی کی توفیق پانے کے بھی ہیں۔ دیکھو جب مالی درختوں کے ارد گرد سے چھوٹے چھوٹے پودے اور گھاس اُکھیڑتا ہے۔ تو اس کا

مقصد یہ نہیں ہوتا کہ گھاس نہ اُگے۔ بلکہ یہ ہوتا ہے کہ درخت کو نقصان نہ پہنچے۔ اور گھاس وغیرہ کی موجودگی اس کے نشوونما میں روک نہ ہو۔ پس استغفار کی غرض صرف نفی نہیں بلکہ یہ بھی ہے کہ مثبت کی حالت پیدا کی جائے یعنی استغفار بد خیالات کو ہی نہیں روکتا بلکہ نیک خیالات بھی پیدا کرتا ہے۔ اس طرح استغفار روحانیت میں بڑھانے کا بھی طریق ہے صرف گھٹانے سے بچانے کا ذریعہ ہی نہیں جس طرح اصل مقصد مالی کا گھاس کی گوڈی نہیں ہوتا کیونکہ گھاس تو اپنی ترو تازگی اور سرسبزی کی وجہ سے ایک دل خوشکن چیز ہے' بلکہ اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ زمین کی غذا گھاس وغیرہ کو پہنچنے کی بجائے اصل درخت کو پہنچے۔ اسی طرح استغفار کی یہ غرض نہیں کہ انسان گناہوں سے بچ جائے بلکہ یہ ہے کہ نیکی میں ترقی کرے۔ پس آنحضرت ﷺ نے مجلس میں استغفار پڑھنے کا حکم دینے سے ہم کو نہ صرف آس پاس کے بد خیالات کے اثرات سے محفوظ رہنے کے طریق سے آگاہ کیا ہے بلکہ نیک خیالات کے پیدا کرنے کا ذریعہ بھی بتلایا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اگر برے خیالات کو دبایا جائے تو ضرور رہے کہ نیک خیالات پیدا ہوں۔ کیونکہ انسان کے ذہن میں خیالات تو ضرور پیدا ہوں گے۔ دماغ حقیقی طور پر کبھی خالی نہیں ہو سکتا۔ ماہرین علم النفس نے اس بات پر بحث کی ہے کہ آیا دماغ کبھی حقیقی طور پر خالی رہ سکتا ہے یا نہیں۔ آخر مجبور ہو کر وہ تمام اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ دماغ حقیقی طور پر کبھی خالی نہیں ہو سکتا۔ یا کم از کم میرے علم میں کسی علم النفس کے ماہر کا اس کے خلاف کوئی قول نہیں آیا۔ جب وہ کہتے ہیں کہ اپنے دماغ کو خالی کر لو تو اس کے یہی معنی ہوتے ہیں کہ سوائے اس چیز کے جس کی طرف توجہ درکار ہوتی ہے باقی چیزوں سے ذہن خالی ہو جائے۔ غرض استغفار صرف بدیوں کو روکتا ہی نہیں بلکہ نیکیوں کو پیدا بھی کرتا ہے۔ اذان بھی ایک رنگ میں استغفار کا کام دیتی ہے۔ وہ بھی جہاں ایک دروازہ یعنی بدی کا دروازہ بند کرتی ہے' وہاں دوسرا دروازہ یعنی نیکی کا دروازہ کھول دیتی ہے۔ جہاں وہ ایک طرف لوگوں کو نماز کی اطلاع دے کر بے نماز ہونے سے بچاتی ہے' وہاں دوسری طرف قلب میں نماز کے لئے بشاشت بھی پیدا کرتی ہے۔ جو لوگ اذان کی طرف یعنی باجماعت نماز کی طرف توجہ نہیں کرتے ان کی نمازیں خود بخود گرنی شروع ہو جاتی ہیں۔ شروع شروع میں اکیلے گھر میں نمازیں پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ پھر آہستہ آہستہ نمازیں جمع کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور جلد ہی پھر بے قاعدہ ہو کر نماز کے تارک ہو جاتے ہیں۔ قرآن مجید نے جہاں بھی نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے وہاں اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ[۴] کہا ہے صرف صَلُّوْا نہیں کہا۔ اور بغیر جماعت کے نماز اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کی ذیل

میں نہیں آتی۔ بلکہ وہ صرف صلوٰۃ ہے۔ اصل نماز اقامت والی ہی ہے۔ پس مؤمن کو ہمیشہ اذان کی تحریک سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

میں دیکھتا ہوں کہ ہماری جماعت میں بوجہ بعض جگہ مسجدوں کی کمی کے یا احمدیوں کی تعداد کی قلت کے دوستوں کو علیحدہ علیحدہ گھروں میں نماز پڑھنی پڑتی ہے۔ لیکن اس طریق کے نتیجہ میں نوجوانوں میں سے ایک طبقہ علیحدہ نماز پڑھنے کا عادی ہو گیا ہے۔ ہمارے سلسلہ کے بعض کارکن بھی جب باہر سفر میں جاتے ہیں تو کبھی نماز باجماعت نہیں پڑھتے۔ جس کا دوسروں پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جب مرکز کے لوگ نماز باجماعت کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تو ہمارا کیا ہے۔ غرض ان کو اس وجہ سے ٹھوکر لگ جانے کا موقع ہوتا ہے۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر دو مسلمان بھی کہیں ہوں تو اذان دے کر باجماعت نماز پڑھیں [5] کیونکہ اگر ہم باجماعت نماز نہ پڑھیں گے تو گویا ہم اپنے دلوں میں خود تفرقہ ڈال رہے ہیں۔ اور جب اپنے متعلق ہمارا اپنا یہ طریق ہو گا تو خدا تعالیٰ کیوں ہمارے دلوں کو ملائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نماز اتنی پیاری تھی کہ جب کبھی بیماری وغیرہ کی وجہ سے آپ باہر تشریف نہ لا سکتے اور گھر میں ہی نماز ادا کرنی پڑتی تھی تو والدہ صاحبہ یا گھر کے بچوں کو ساتھ ملا کر نماز باجماعت پڑھا کرتے۔ خیر یہ تو ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ اگر ہم اتنا نہ کر سکیں تو کم از کم تندرستی کی حالت میں تو نماز باجماعت کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیئے۔ نماز کی ادائیگی ایک ایسی چیز ہے جو نظر آجاتی ہے۔ دل کا حال تو خدا ہی جانتا ہے لیکن نظر آنے والے افعال میں کوتاہی لوگوں کے لئے ٹھوکر کا موجب بن جاتی ہے۔ اس لئے نماز باجماعت ادا کرنے میں ہمیشہ التزام چاہیئے۔ بے شک بعض اوقات نماز ہمیں بھی جمع کرنی پڑتی ہے۔ اگرچہ نماز کے جمع کرنے میں ہمارا اور غیروں کا اختلاف ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ نماز صرف اول وقت میں ہی جمع ہو سکتی ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک دوسرے وقت میں بھی جمع کرنا جائز ہے۔ لیکن اختلاف کو چھوڑ کر جب کبھی نماز جمع کرنی پڑے تو باجماعت ہی ادا کرنی چاہیئے۔ لوگ کہتے ہیں اذان کا کیا فائدہ ہے۔ حالانکہ اگر اس کی کوئی حقیقت نہ ہوتی تو حَیَّ عَلَى الْفَلَاحِ کیوں کہا جاتا۔ پھر تو یہی کہنا چاہیئے تھا کہ گھر میں ہی فلاح ہے اٹھو اور حاصل کر لو۔ لیکن کہا یہ گیا ہے کہ فلاح جماعت میں ہے۔ یعنی آکر باجماعت نماز پڑھو تو کامیابی ہو گی۔ بغیر اس کے کامیابی حاصل نہ ہو گی۔ غرض نماز کو انتظام کے ماتحت یعنی باجماعت ادا کرنا چاہیئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول فرمایا کرتے تھے کہ ایک شخص تھا جس کی تنخواہ اگرچہ کچھ زیادہ نہ تھی مگر اس نے ایک ملازم صرف اس لئے رکھا ہوا تھا تا اس کے ساتھ مل کر نماز باجماعت پڑھ لیا کرے۔ ویسے اس کے نوکر کو اور کوئی اتنا کام نہ تھا۔ بلکہ تمام کام مالک خود کر لیا کرتا تھا۔ نوکر کو اس نے محض اس غرض سے رکھا ہوا تھا۔ تا نماز باجماعت کے ثواب سے محروم نہ رہے۔ غرض حقیقت یہی ہے کہ نماز باجماعت ہی اپنے اندر فلاح رکھتی ہے۔ اس کے بغیر کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ انسان کے اندر کئی قسم کی کمزوریاں ہوتی ہیں خواہ جہالت کی وجہ سے اور خواہ علم کی کمی کی وجہ سے۔ اور یہ کمزوریاں نیک لوگوں کی صحبت سے ہی دور ہو سکتی ہیں کیونکہ جب انسان دوسرے لوگوں سے ملتا ہے تو اس کا علم تازہ ہو جاتا ہے۔ اور لوگوں سے ملنے کا بہترین موقع نماز ہی ہے۔ غرض اذان پانچ وقت مومن کو یاد دلاتی ہے کہ بغیر اشتراک اور اتحاد کے کوئی کامیابی نصیب نہیں ہو سکتی۔

(الفضل ۱۵۔ ستمبر ۱۹۳۲ء)

۱۔ بخاری کتاب الاذان باب من قال لیؤذن فی السفر مؤذن واحد

۲۔ ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب کیف الأذان

۳۔ ابن ماجہ کتاب الادب باب الاستغفار

۴۔ البقرۃ: ۴۴

۵۔ بخاری کتاب الأذان باب اثنان فما فوقھا جماعۃ